Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 04, October - December 2025, **PP**: 92-100
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

فقہ الاقلیات کے ارتقاء کی تاریخی و نظریاتی بنیادیں

The Historical and Theoretical Foundations of the Evolution of Fiqh al-Aqalliyyāt

1. **Muhammad Shoaib Tayyab** faazacademy@gmail.com	*PhD Scholar,* *Department of Fiqh and Shariah,* *The Islamia University of Bahawalpur.*
2. **Dr. Muhammad Junaid Anwer** junaidanwar@iub.edu.pk	*Lecturer,* *Department of Fiqh and Shariah,* *The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite:	Muhammad Shoaib Tayyab and Dr. Muhammad Junaid Anwer. 2025: "The Historical and Theoretical Foundations of the Evolution of Fiqh al-Aqalliyyāt". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (04): 92-100.
Article History:	**Received**: 22-11-2025 | **Accepted**: 25-12-2025 | **Published**: 31-12-2025

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, اردو جرائد اشاریہ, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE *of Social Sciences Research & Development*

فقہ الاقلیات کے ارتقاء کی تاریخی و نظریاتی بنیادیں

The Historical and Theoretical Foundations of the Evolution of Fiqh al-Aqalliyyāt

1. **Muhammad Shoaib Tayyab**
   PhD Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
   faazacademy@gmail.com

2. **Dr. Muhammad Junaid Anwer**
   Lecturer, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
   junaidanwar@iub.edu.pk

Abstract

The study explores the emergence, development, and intellectual grounding of Fiqh al-Aqalliyyāt (Jurisprudence of Muslim Minorities) within the broader framework of Islamic jurisprudence. It traces the historical roots of minority-related legal discussions from the classical period of Islamic law to the contemporary era, highlighting how changing socio-political contexts have necessitated fresh juristic responses. The research examines the theoretical foundations of Fiqh al-Aqalliyyāt, emphasizing the role of Maqāṣid al-Sharīʿah (objectives of Islamic law) as a guiding principle in addressing the unique challenges faced by Muslim minorities living in non-Muslim societies. It argues that traditional legal methodologies, while rooted in classical jurisprudence, require contextual reinterpretation through contemporary ijtihād to remain relevant and effective. Furthermore, the article analyzes the evolution of Islamic legal thought in response to globalization, migration, citizenship, and pluralistic societies, demonstrating how Fiqh al-Aqalliyyāt seeks to balance religious commitment with civic responsibility. The study underscores that this field is not a departure from Islamic legal tradition but an extension of its dynamic and adaptive nature. By situating Fiqh al-Aqalliyyāt within both historical continuity and modern legal discourse, the article highlights its significance as a vital area of contemporary Islamic jurisprudence, capable of offering practical and ethically grounded solutions for Muslim minorities in diverse global contexts.

Keywords: *Fiqh al-Aqalliyyāt, Islamic Jurisprudence, Ijtihād, Minorities, Legal Discourse.*

تمہید

فقہ الاقلیات کا موضوع اسلامی فقہ میں ایک اہم اور پیچیدہ پہلو ہے جو مسلمانوں کی غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور حیثیت کو بیان کرتا ہے۔ اس موضوع کی تاریخی بنیادوں کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں مختلف تاریخی اور فقہی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جن میں اسلامی تاریخ میں اقلیتی حقوق اور مسلمانوں کے غیر مسلم اقلیات کے ساتھ تعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اس ارتقاء کی تاریخی و نظریاتی بنیادوں کے بیان پر مشتمل ہے جن پر آئندہ سطور میں بحث کی جاتی ہے۔

فقہِ اسلامی میں اقلیات کا مفہوم

فقہِ اسلامی میں "اقلیات" سے مراد وہ غیر مسلم افراد ہیں جو کسی مسلم ریاست میں رہتے ہیں۔ ان اقلیات کو کئی زمرہ جات

میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- اہل کتاب: وہ غیر مسلم لوگ جو اللہ کی کتابوں (یعنی تورات، انجیل) پر ایمان رکھتے ہیں، جیسے یہودی اور عیسائی۔ ان کے ساتھ مخصوص احکام ہیں، جن میں انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی جاتی ہے۔
- غیر اہل کتاب: وہ غیر مسلم جو اہل کتاب نہیں ہیں، جیسے کہ ہندو، سکھ، یا دیگر مذاہب کے پیروکار۔
- ذمی: ذمی وہ غیر مسلم ہیں جو کسی مسلم ریاست میں رہتے ہیں اور جزیہ (ٹیکس) ادا کرتے ہیں۔ ان کے حقوق کی حفاظت اور ان کے ساتھ انصاف کرنے کا تقاضا کیا گیا ہے۔[1]

فقہِ اسلامی میں اقلیات کا مقام

اسلامی فقہ میں اقلیات کے حقوق کی مختلف تشریحات مختلف مکاتب فکر کے تحت بیان کی گئی ہیں۔ فقہ حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی میں اقلیات کے حقوق کی تشریح میں کچھ فرق ہو سکتا ہے، لیکن بنیادی اصول میں تمام مکاتب فکر غیر مسلم اقلیات کو کچھ حقوق دینے پر متفق ہیں، جیسے کہ جان و مال کی حفاظت، مذہبی آزادی اور انصاف کے تقاضے۔[2]

اسلامی ریاست میں اقلیات کی ابتدائی حیثیت

پیغمبر اکرم ﷺ کے دور میں مدینہ کی ریاست میں مسلمانوں کے ساتھ مختلف اقلیتیں بھی رہتی تھیں، جن میں یہود اور عیسائی شامل تھے۔ اسلامی فقہ میں اس دور کے رویوں کو "اہل کتاب" کے ساتھ تعلقات کے اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح صلح حدیبیہ بھی اس باب میں اہم مقام رکھتا ہے۔ یہ معاہدہ ایک اور مثال ہے جہاں مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا تھا، اور اس میں مسلمانوں کی ریاست میں غیر مسلم اقلیات کے حقوق کا تحفظ بھی کیا گیا تھا۔[3] ان اقلیات کے ساتھ تعلقات اور ان کے حقوق کے بارے میں قرآن و سنت اور اسلامی فقہ میں واضح ہدایات موجود ہیں۔[4]

ریاستِ مدینہ میں اقلیات

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی ریاست کے قیام کے وقت ایک معاہدہ کیا جسے "میثاقِ مدینہ" کہا جاتا ہے۔ اس معاہدہ میں مسلمانوں کے ساتھ یہود اور دیگر غیر مسلم اقلیات کے حقوق اور ان کے ساتھ تعلقات کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اس دستاویز میں یہ طے پایا کہ غیر مسلم اقلیات کو "اہل کتاب" (یہود اور عیسائی) کے طور پر عزت دی جائے گی اور انہیں مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ ان اقلیات کو اپنے مذہبی عقائد پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی تھی اور انہیں اسلامی معاشرتی اور سیاسی نظام میں برابر کے حقوق دیے گئے تھے۔ انہیں جان و مال کی حفاظت اور ان کے خلاف ظلم و ستم سے بچاؤ کی ضمانت دی گئی تھی۔[5]

آغازِ خلافت اور اقلیات

آغازِ خلافت کے دوران، اسلامی ریاست میں اقلیات کے ساتھ سلوک ایک اہم اور نظریاتی مسئلہ رہا۔ خلافت کے ابتدائی ادوار میں مسلمانوں کو مختلف اقلیات کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کا عملی موقع ملا، اور اسلامی فقہ میں اقلیات کے حقوق اور ان کے مقام کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسلامی خلافت نے غیر مسلم اقلیات کو ایک خاص قانونی اور سماجی درجہ دیا تھا، جس کی بنیاد اسلامی شریعت کے اصولوں پر تھی۔[6] خلافت عباسیہ اور امویہ میں غیر مسلموں کو "ذمی" کا درجہ دیا گیا تھا، جس کے تحت وہ مذہبی آزادی، ذاتی زندگی کے معاملات میں خود مختاری، اور خاص ٹیکسوں سے استثنیٰ حاصل کرتے تھے۔[7]

خلافتِ راشدہ اور اقلیات

خلافتِ راشدہ کے دوران، یعنی پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی علیہم السلام کے دور میں اسلامی ریاست میں اقلیات کے ساتھ سلوک کی بنیاد شریعت کے اصولوں اور اسلامی ریاست کی معاشرتی و سیاسی اقدار پر رکھی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے دور میں اقلیات کے ساتھ سلوک کی مثالیں ملتی ہیں جو اسلامی ریاست کے اصولوں کو عملی جامہ پہناتی ہیں۔ حضرت عمر نے اپنے دور میں غیر مسلم اقلیات کو "ذمی" (Non-Muslim citizens under Muslim rule) کا درجہ دیا، جس کے مطابق وہ اپنی مذہبی آزادی اور اجتماعی حقوق کو محفوظ رکھتے ہوئے مسلم ریاست میں رہ سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یروشلم کے فتوحات کے دوران، شہر کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا جس میں انہیں اپنے مذہبی عقائد کے مطابق رہنے کی آزادی دی اور ان کے عبادت خانوں کی حفاظت کی۔ یہ معاہدہ "عہد نامہ عمریہ" کہلاتا ہے اور اس میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کرنے کے اصول شامل تھے۔

حضرت عمرؓ نے جزیہ (ایک مخصوص ٹیکس) کے ذریعے غیر مسلم اقلیات کے معاشی تحفظ کو یقینی بنایا اور ان کے خلاف ظلم و ستم کی ممانعت کی۔ جزیہ کی رقم مختلف طبقوں میں متعین کی گئی تھی، لیکن اس کی وصولی صرف اس صورت میں ہوتی تھی جب اقلیات نے اپنے دفاعی حقوق مسلم ریاست کے تحت قبول کیے ہوں۔[8]

خلافتِ امویہ اور اقلیات

خلافتِ امویہ کے دور (661-750 عیسوی) میں بھی اسلامی ریاست میں اقلیات کے حقوق کا معاملہ پیچیدہ تھا، لیکن اس دور میں غیر مسلم اقلیات کے ساتھ سلوک کی نوعیت میں تبدیلیاں آئیں۔ خلافتِ امویہ میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم اقلیات (جیسے کہ یہودی، عیسائی اور دوسرے) کو ان کے مذہبی عقائد کی آزادی دی گئی تھی، لیکن ساتھ ہی ساتھ اسلامی معاشرت میں کچھ حدود بھی تھیں۔ مثال کے طور پر، غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں خاص مواقع پر اپنے مذہبی عقائد کی تبلیغ کی اجازت نہیں تھی، اور وہ اسلامی قوانین سے متفق رہنے پر مجبور تھے۔ اس دور میں غیر مسلم اقلیات کو "جزیہ" کے بدلے مکمل حفاظت اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی حاصل تھی، اور انہیں اپنے مذہبی رہنماؤں کے زیر قیادت عدلیہ میں فیصلے کرنے کی اجازت تھی، بشرطیکہ ان کے فیصلے اسلامی قوانین سے متصادم نہ ہوں۔[9]

خلافتِ عباسیہ اور اقلیات

خلافتِ عباسیہ (750-1258 عیسوی) میں اقلیات کے حقوق میں کچھ مزید تبدیلیاں آئیں، کیونکہ عباسی حکام نے ایک زیادہ متنوع اور پیچیدہ معاشرتی اور ثقافتی صورتحال کا سامنا کیا۔ عباسی حکام نے غیر مسلم اقلیات کو اپنے ثقافتی، مذہبی، اور سماجی حقوق کے مطابق زیادہ آزادی دی۔ اس دور میں غیر مسلم اقلیات کو اسلامی معاشرتی ڈھانچے میں اپنے عقائد اور رسوم و رواج کے مطابق رہنے کی زیادہ آزادی حاصل تھی۔ عباسی خلافت نے یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے مذہبی اسکولوں اور عبادت گاہوں کا قیام کرنے کی اجازت دی اور ان کی مذہبی آزادی کا تحفظ کیا۔ خلافت عباسیہ میں علمی ترقی بھی ہوئی، اور اس دوران غیر مسلم اقلیات جیسے کہ یہودی اور عیسائیوں نے علمی اور ثقافتی میدان میں اہم کردار ادا کیا۔ اس دور میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیات کے درمیان علمی تبادلہ خیال اور ثقافتی تعاون کا آغاز ہوا، جس نے مسلم معاشرتی نظام کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔[10]

جدید دور میں فقہ الاقلیات کا تصور

انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران، جب مسلم معاشرے مغربی استعمار کے زیر اثر آئے، فقہ الاقلیات کو دوبارہ زیر بحث لایا گیا۔ اس دور میں غیر مسلم اقلیات کی آزادی اور حقوق کے تحفظ پر بحث کی گئی، خاص طور پر جدید ریاستوں میں جہاں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ ساتھ رہتے ہیں۔ جدید فقہاء نے اقلیات کے حقوق کو موجودہ عالمی قوانین اور انسانی حقوق کے معیار کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی ہے۔[11]

موجودہ دور میں فقہ الاقلیات کا مفہوم مزید وسیع ہو گیا ہے، جس میں مسلمانوں کی غیر مسلم اقلیات، اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اور سماجی حقوق کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے۔ عالمی سطح پر انسانی حقوق کے چارٹرز اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کا اثر بھی فقہ الاقلیات کی جدید تفسیر پر پڑا ہے۔[12] یعنی فقہ الاقلیات کی تاریخی بنیادیں اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک ترقی کرتی رہی ہیں۔ ان بنیادوں کا مطالعہ کر کے ہم اقلیات کے حقوق کی حفاظت کے اصولوں کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

فقہ الاقلیات کی جدید تشریحات

جدید دور میں فقہاء نے فقہ اقلیات کی تشریح کو اسلام کے اصولوں اور انسانی حقوق کے عالمی قوانین کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں مختلف پہلو شامل ہیں:

- دینی آزادی: جدید فقہاء نے اس بات پر زور دیا ہے کہ غیر مسلم اقلیات کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی جانی چاہیے۔ اس میں نہ صرف مذہب کی پیروی کرنے کا حق شامل ہے، بلکہ اپنے مذہبی عبادات، تعطیلات، اور رسم و رواج کو آزادانہ طور پر منانے کی آزادی بھی شامل ہے۔
- مساوات کا اصول: ایک اہم پہلو جو جدید فقہ میں ابھر کر سامنے آیا ہے وہ ہے مساوات۔ مسلمان اور غیر مسلم اقلیات کے درمیان کسی بھی قسم کی تفریق یا امتیاز کی مخالفت کی گئی ہے۔ فقہاء نے کہا کہ اگر ایک شخص کسی اسلامی ریاست میں رہتا ہے، تو اس کے حقوق، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، برابر ہونے چاہئیں۔
- مذہبی رواداری: انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ اور اسلامی تعلیمات دونوں میں مذہبی رواداری پر زور دیا گیا ہے۔ جدید فقہاء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مسلمان اقلیات کو اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی حاصل ہو، اور وہ اپنے عقائد کے مطابق عبادات اور مذہبی رسومات انجام دے سکیں۔[13]

فقہ الاقلیات کی موجودہ بنیادیں

فقہ اقلیات کی موجودہ بنیادیں ایک پیچیدہ اور متحرک عمل کا حصہ ہیں جس میں اسلامی شریعت کے اصولوں کو جدید دور کے چیلنجز اور عالمی انسانی حقوق کے معیار کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اقلیات کے حقوق اور ان کے تحفظ کے حوالے سے فقہ کی بنیادیں آج کل جدید معاشرتی، ثقافتی، سیاسی اور قانونی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو چکی ہیں۔ اس میں اجتہاد، عالمی سطح پر انسانی حقوق کے قوانین، اور مختلف فقہی مکاتب فکر کے متنوع آراء کا اہم کردار ہے۔[14]

فقہ الاقلیات: قرآن و سنت کے تناظر میں

فقہ الاقلیات کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی ہے، جہاں قرآن میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق

کا احترام کرنے کی واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ قرآن میں واضح طور پر کہا گیا ہے: "دین میں کوئی جبر نہیں"۔ اس سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ غیر مسلموں کو اپنے عقائد کی آزادی حاصل ہے اور ان پر مذہبی جبر نہیں کیا جا سکتا۔ غیر مسلم اقلیات کے ساتھ حسن سلوک کا حکم قرآن میں موجود ہے، اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی جائے۔ اسی طرح قرآن میں "اہل کتاب" (یہودیوں اور عیسائیوں) کے ساتھ خصوصی سلوک کا ذکر کیا گیا ہے، اور ان کے مذہب کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے حقوق کی حفاظت کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔[15]

قرآن کے ساتھ ساتھ سنت بھی اقلیات کے حقوق کے تحفظ کی تعلیمات فراہم کرتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کیا، خاص طور پر اہل کتاب (یہودی، عیسائی) کے ساتھ، اور ان کے حقوق کی حفاظت کی۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں مختلف قبائل اور اقلیات کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جسے "میثاق مدینہ" کہا جاتا ہے، جس میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیات کے حقوق کے تحفظ کا وعدہ کیا گیا تھا۔[16]

اجتہاد اور فقہ الاقلیات

عصرِ حاضر میں اجتہاد کے ذریعے فقہاء نے اقلیات کے حقوق اور ان کے سلوک کے بارے میں نئی تشریحات پیش کی ہیں تا کہ جدید دنیا کے تقاضوں اور انسانی حقوق کے معیارات کے مطابق ان کا تحفظ کیا جا سکے۔ اجتہاد کی موجودہ بنیادیں درج ذیل ہیں:

- عصر حاضر کی پیچیدگیاں: اجتہاد کا مقصد نئے دور میں اقلیات کے حقوق کو شریعت کے اصولوں کے مطابق وضاحت سے پیش کرنا ہے، جیسے کہ غیر مسلم اقلیات کی سیاست میں شرکت، تعلیم، روزگار اور معاشرتی انضمام کے حقوق۔
- اسلامی شریعت اور بین الاقوامی حقوق کا امتزاج: اجتہاد میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ فقہ کو عالمی انسانی حقوق کے معیارات کے مطابق ترتیب دیا جائے تا کہ اقلیات کو ان کے حقوق حاصل ہوں، خاص طور پر دینی آزادی، ثقافتی تحفظ اور سیاسی حقوق کے حوالے سے۔[17]
- مذہبی رواداری: اجتہاد کی بنیادوں میں مذہبی رواداری کو اہمیت دی گئی ہے، جس میں اقلیات کے عقائد اور تہذیب کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ غیر مسلم اقلیات کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اپنی ثقافت کو برقرار رکھنے کا مکمل حق ہے۔

مغربی مسلم اقلیتوں کی تاریخ

مغرب میں مسلم اقلیتوں خصوصاً دار الاسلام سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کا اسلام سے فکری اور شعوری تعلق مختلف مراحل سے گزرا ہے۔ پہلے مرحلہ میں ان مسلمانوں کا اسلام سے تعلق بالکل بھی نہ تھا، اسلام کے تعلق سے کسی طرح کی کوئی بیداری نہ پائی جاتی تھی جبکہ اسلام سے نسبت اور اسلامی شناخت تک کا مناسب احساس نہ تھا۔ اس صورت حال کا آغاز پہلی جنگ عظیم کے بعد ہوا تھا، پہلی جنگ عظیم کے بعد خلافت کا خاتمہ ہو گیا تھا، مغرب اپنی تہذیب و ثقافت کے ساتھ ابھر کر سامنے آگیا تھا، اور عالم اسلام استعمار کا شکار ہو کر ہزیمت سے دوچار ہو گیا تھا۔[18] اس زمانہ میں مسلم اقلیات دو طرح کی تھیں:

1. ملک کے اصل باشندے
2. عالم اسلامی سے آنے والے نئے مہاجرین

وہ اسلامی اقلیتیں جو ان ممالک کے اصل باشندے تھے ان کی زیادہ تعداد مشرقی یورپ میں آباد تھی، اسی طرح یہ اقلیتیں

روس میں اشتراکی نظام کے زیر سایہ آباد تھیں، مثلاً وہ مسلمان جو بوسنیا، ہرسک، کوسوو، مقدونیا، جرمنی اور بلغاریہ وغیرہ ممالک میں آباد تھے، ان مسلمانوں کا اسلامی عقیدہ، شریعت، اخلاق اور ثقافت سے کسی طرح کا کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا تھا، یہ مسلمان تمام امت مسلمہ سے بھی الگ تھلگ ہو کر رہ گئے تھے، یہ لوگ اسلامی فکر سے ناواقف اور اسلامی رویہ سے کافی دور ہو کر رہ گئے تھے۔[19]

اس زمانہ میں مسلم اقلیات کے دائرہ میں ان مسلمانوں کو بھی شمار کر لیا گیا تھا جو سوویت یونین کے زیر اثر ایشیائی اسلامی جمہوریتوں مثلاً ازبکستان، تاجکستان، قزاخستان اور آزربائیجان وغیرہ ممالک میں آباد تھے، چونکہ ان جمہوریتوں کو زبردستی سوویت اتحاد میں شامل کر لیا گیا تھا اور انہیں سوویت اتحاد کا سیاسی حصہ بنا دیا گیا تھا، لہذا ان جمہوریتوں کو مسلم اقلیات سمجھا جانے لگا تھا، حالانکہ میں اس زمانہ میں بھی کہا کرتا تھا کہ یہ جمہوریتیں مکمل اسلامی ممالک ہیں، انہیں زبردستی سوویت اتحاد میں شامل کر دینے کے سبب ان کا اسلامی وصف ختم نہیں ہو سکتا۔ بہر حال، وہ مسلم اقلیتیں جو ان ممالک کے اصل باشندے تھے ان کی صورت حال ایسی جہاں تک عرب اور اسلامی ممالک سے آنے والے مہاجرین کا تعلق ہے تو ابتدائی دور میں ان کی تعداد ان ممالک میں کم تھی، ان میں سے اکثر و بیشتر مہاجرین کا دین و عقیدہ راسخ نہیں تھا، وہ رزق اور دولت کی تلاش میں ان ممالک تک پہنچے تھے، انہیں ان ممالک کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا، ساتھ ہی ساتھ وہ ایسے ملکوں سے ہجرت کر کے آتے تھے جہاں اسلام اور اسلامی شریعت کا بول بالا نہیں تھا، اس کے بالمقابل مغربی دنیا اپنی ترقی کے عروج پر تھی، یہ حضرات اپنی شناخت اور اپنے دین کے تقاضوں کے تعلق سے بالکل بھی غور و فکر نہیں کرتے تھے، اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مسلمانوں کی پہلی اور دوسری نسل بالکل ہی ضائع ہو گئی، وہ نئے معاشرہ میں پوری طرح سے ختم ہو گئے۔[20] اس کی واضح مثال ان افغانیوں میں ملتی ہے جنہوں نے ابتدائی دور میں آسٹریلیا کی طرف ہجرت کی، ان میں سے اکثر ان پڑھ تھے، انہوں نے مسجدوں کی تعمیر تو کروائی لیکن شادیاں آسٹریلیائی لڑکیوں سے کیں، نتیجتاً ان کی اولادوں کی پرورش ان کی ماؤں کے دین و عقیدہ کے مطابق ہوئی، مسجد میں صرف عمارتوں کی شکل میں باقی رہ گئیں، انہیں نماز، عبادت اور علمی مجالس کے ذریعہ آباد کرنے والا کوئی بھی نہ تھا۔

یہی صورت حال جنوبی امریکا خصوصاً ارجنٹائنا کے مسلمانوں کی بھی تھی، ان کی پہلی نسل ان ممالک کے معاشروں میں پوری طرح ضم ہو کر رہ گئی حتی کہ چند مسلمانوں نے تو علی الاعلان عیسائیت قبول کر لی مثلاً کارلوس منعم وغیرہ۔ پھر رفتہ رفتہ یہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہونے لگے، ان کے اندر اپنے دین، عقیدہ اور وطن سے تعلق کا احساس جاگنے لگا، اور انہوں نے عالم اسلام سے اپنا تعلق استوار کرنا شروع کر دیا، انہوں نے مختلف اسلامی ممالک کے دورے کئے اور وہاں کے افراد سے مساجد کی تعمیر میں تعاون کی درخواست کی اور علما، و دعاۃ کو بھیجنے کا مطالبہ کیا۔ ان ممالک میں اسلامی بیداری ان مسلمانوں کے ذریعہ سے بھی آئی جنہیں ان کے اپنے وطن میں ظلم وستم کا شکار بنایا گیا، اور وہ اپنے دین و عقیدہ کے ساتھ اپنے وطن سے ہجرت کر کے ان ممالک میں آبسے تا کہ وہ ان ممالک میں اسلام کا بیج ہو سکیں۔ اس طرح مسلم اقلیتوں کے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا، یہ عہد بھی کئی مراحل سے گذرتا ہوا یورپ، امریکہ، آسٹریلیا اور افریقہ میں اب ایک مضبوط مرحلہ میں داخل ہو چکا ہے، ہم اس عہد کو اسلامی بیداری کا عہد کہہ سکتے ہیں۔ اس اسلامی بیداری نے ان ممالک کے اصل مسلم باشندوں کو بھی متاثر کیا، لہذا وہ اپنی عظمت سے بیدار ہونے لگے اور اسلامی تحریک کا حصہ بنتے چلے گئے۔[21]

مسلم اقلیتوں کے عہد جدید کو ہم مندرجہ ذیل مختلف مراحل میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1. ذاتی شناخت کے احساس کا مرحلہ

2. بیداری کا مرحلہ
3. متحرک ہونے کا مرحلہ
4. باہم مربوط ہونے کا مرحلہ
5. تعمیر کا مرحلہ
6. وطنیت کا مرحلہ
7. ہم آہنگی کا مرحلہ

آج ہم معاشرہ کے ساتھ ایجابی ہم آہنگی کے مرحلہ میں داخل ہو چکے ہیں، اس مرحلہ میں الگ تھلگ رہنے، اپنی ذات تک محدود رہنے اور دوسروں کا سامنا کرنے سے اجتناب کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، آج کے دور میں مسلم اقلیتوں کی پوزیشن کافی مستحکم ہو چکی ہے، انہیں اپنے آپ پر اعتماد اور فخر کا احساس ہے، وہ خود کا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اپنی خصوصیت سے واقف ہیں اور اپنے پاس تہذیب و تمدن کا ایک پیغام رکھتی ہیں اور ساتھ ہی یہ احساس بھی رکھتی ہیں کہ اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانا ان کی ذمہ داری ہے۔[22]

اس مرحلہ میں مسلم اقلیتوں نے مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ علمی تعلیمی، تربیتی اور دعوتی ادارے قائم کرنے بھی شروع کر دیے ہیں۔ مسلم اقلیتوں نے ایک اور قدم بڑھایا اور اپنے مدرسوں و اسکولوں کی تعمیر شروع کر دی، تاکہ ان کے بچے عصری علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم بھی سیکھ سکیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اسلامی علوم میں اختصاص کے اعلیٰ تعلیمی ادارے اور یونیورسٹیز کا قیام شروع کر دیا، تاکہ وہاں سے ایسے معاصر ائمہ، دعاۃ، باصلاحیت معلمین اور علماء پیدا ہو سکیں جو اصل اسلامی تہذیب و ثقافت کے پروردہ ہوں اور عہد جدید کی مشکلات و پریشانیوں کا حل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔[23]

مسلم اقلیتوں کی تاریخ ایک مسلسل ارتقائی عمل کی عکاس ہے۔ ابتدائی دور میں ان کی دینی شناخت اور اسلامی شعور کمزور تھا، اور وہ مغربی معاشروں میں اپنی تہذیبی اور فکری پہچان سے کٹے ہوئے تھے۔ تاہم، عہدِ جدید میں مسلم اقلیتوں نے مختلف مراحل طے کیے، جن میں ذاتی شناخت، بیداری، متحرک ہونے، باہمی ربط، تعمیر، وطنیت اور ہم آہنگی شامل ہیں۔ اس دوران مسلم اقلیتوں نے اپنی شناخت کو مضبوط بنانے کے لیے مساجد، مدارس، تعلیمی اور تربیتی ادارے قائم کیے، اور عصری علوم کے ساتھ دینی علوم کے امتزاج سے نئی نسل کی تربیت ممکن بنائی۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کے قیام سے باصلاحیت علماء اور معلمین پیدا ہو رہے ہیں جو اسلامی تہذیب و ثقافت کے پروردہ ہیں اور جدید دنیا کے مسائل کا مؤثر حل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مسلم اقلیتیں آج ایک مضبوط، خوداعتماد اور معاشرتی طور پر مربوط جماعت کے طور پر ابھری ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی دینی اور تہذیبی شناخت کے تحفظ میں کامیاب ہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے فروغ اور عالمی معاشرت میں مثبت کردار ادا کرنے کے قابل بھی ہیں۔

حاصلِ بحث

فقہ الاقلیات اسلامی فقہ کی اُس زندہ اور متحرک روایت کا تسلسل ہے جو ہر دور کے حالات اور تقاضوں کو سامنے رکھ کر رہنمائی فراہم کرتی رہی ہے۔ اس کے تاریخی و نظریاتی ارتقاء سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی قانون محض جامد احکام کا مجموعہ نہیں، بلکہ مقاصدِ شریعت، مصلحتِ عامہ اور اجتہادی بصیرت پر قائم ایک ہمہ گیر نظامِ فکر ہے۔ مسلم اقلیتوں کو درپیش مذہبی، سماجی اور قانونی مسائل نے فقہ الاقلیات کو ایک مستقل اور ناگزیر علمی میدان کی حیثیت دی ہے، جس میں روایتی فقہی اصولوں کو معاصر تناظر میں

سمجھنے اور برتنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ مقالہ اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ فقہ الاقلیات نہ صرف اسلامی قانونی فکر کی وسعت و لچک کی علامت ہے، بلکہ عصرِ حاضر میں مسلم اقلیتوں کے دینی تشخص، اجتماعی توازن اور عملی زندگی کے لیے ایک مؤثر اور قابلِ عمل فقہی فریم ورک بھی فراہم کرتی ہے۔

References

1 Abū Dāwūd, Sulymān bin Ash'ath, *Sunan Abī Dāwūd* (Beirut: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah, 2009), Kitāb al-Kharāj, ḥadīth no. 3052.

2 Ibn al-Qayyim al-Jawziyyah, Muḥammad b. Abī Bakr, *Zād al-Maʿād fī Hady Khayr al-ʿIbād* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1995), 3:295.

3 Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik b. Hishām al-Ḥimyarī, *al-Sīrah al-Nabawiyyah*, (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2002), 2:147.

4 Ibid, 1:503.

5 Ibid.

6 Abū Yūsuf, Yaqūb bin Ibrāhīm, *Kitāb al-Kharāj* (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1998), P. 72.

7 Abū ʿUbayd al-Qāsim b. Sallām, *Kitāb al-Amwāl* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2010), P. 282–286.

8 Ibid.

9 Ibn Khaldūn, ʿAllāma, *Tārīkh Ibn Khaldūn* (Beirut: Dār al-Fikr, 1997), 3:98.

10 al-Masʿūdī, Abul Ḥassan bin Ḥussain, *Mirwaj al-Dhahab* (Beirut: Dār al-Hijrah, 1989), 3:214.

11 Wahbah al-Zuḥaylī, Dr., *Āthār al-Ḥarb fī al-Fiqh al-Islāmī*, (Damascus: Dar al Fikr, 1999), P. 101–105.

12 Yūsuf al-Qaraḍāwī, Dr., *Fiqh al-Aqalliyyāt al-Muslimah* (Cairo: Dār al-Shurūq, 2001), P. 15.

13 Muḥammad Abū Zahrah, Dr., *al-ʿAlāqāt al-Duwaliyyah fī al-Islām* (Cairo: Dār al-Fikr al-ʿArabī, 1996), P. 45.

14 Yūsuf al-Qaraḍāwī, *Fiqh al-Aqalliyyāt al-Muslimah*, P. 11.

15 Ibn Kathīr, Ismā'īl bin 'Umar, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm* (Beirut: Dār al-Fikr, 2014), 1:310.

16 Muḥammad Ḥamīdullāh, Dr., *al-Wathāʾiq al-Siyāsiyyah li-l-ʿAhd al-Nabawī wa-l-Khilāfah al-Rāshidah* (Cairo: Dār al-Nafāʾis, 1987), P. 61.

17 Ṭāhā Jābir al-ʿAlwānī, *Ijtihād* (Amman: al-Maʿhad al-ʿĀlamī li-l-Fikr al-Islāmī, 1996), P. 12.

18 Muḥammad ʿImārah, *al-Islām wa-l-Gharb* (Cairo: Dār al-Shurūq, 1998), P. 54.

19 Muḥammad Ḥamīdullāh, Dr., *Muslim Aqalliyyatūn ke Masāʾil* (Lahore: Idārah Thaqāfat-e Islāmiyyah, n.d), P. 19.

20 ʿAbd al-Karīm Zaydān, Dr., *Aḥkām al-Dhimmiyyīn wa-l-Mustaʾminīn* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 2015), P. 67.

21 Yūsuf al-Qaraḍāwī, *Fiqh al-Aqalliyyāt al-Muslimah*, P. 41.

22 Muḥammad ʿImārah, *al-Islām wa-l-Gharb*, P. 89.

23 Ṭāhā Jābir al-ʿAlwānī, *Iṣlāḥ al-Fikr al-Islāmī* (Amman: al-Maʿhad al-ʿĀlamī li-l-Fikr al-Islāmī, 1995), P. 101.